

جماعت احمدیہ جو بات کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حکمت اور دلائل کے ساتھ کرتی ہے اور اس تعلیم کے مطابق کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں دی اور جس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔ پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ ہم نے جو تبلیغ کرنی ہے وہ احسن رنگ میں کرنی ہے

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی اور بہت سی دوسری آیات میں بھی جہاں تبلیغ کرنے کی تلقین فرمائی ہے وہاں احسن رنگ میں تبلیغ کرنے کی ہدایت دی ہے اور نصیحت کرنے کی تلقین فرمائی ہے تا کہ دوسروں پر اثر بھی ہو اور اس کا فائدہ بھی ہو اور وہ لوگ جو اس پر عمل کرتے ہیں ان کی تبلیغ ہمیشہ پھل لاتی ہے، رنگ لاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں

ایک مبلغ اور داعی الی اللہ کو یہ بات ہمیشہ اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ جب ہم نے تبلیغ کرنی ہے تو اس کے بہت سارے لوازمات بھی ہیں جو ہم نے پورے کرنے ہیں۔ اگر یہ ہو گا تو تبھی ہم صحیح رنگ میں تبلیغ کر سکیں گے

جو لوگ تبلیغ کرتے ہوئے بعض دفعہ غصہ میں آ کر مخالف کی زبان استعمال کرنے لگ جاتے ہیں انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری تبلیغ اخلاق کے دائے میں ہی ہو۔ ان کے پاس دلیل نہیں ہے اس لیے وہ غلط زبان استعمال کرتے ہیں لیکن اگر ہم بھی غلط زبان استعمال کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں

بعض دفعہ لوگوں سے تبلیغ میں مبالغہ ہو جاتا ہے حالانکہ تبلیغ میں کسی مبالغہ کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کو سامنے رکھیں۔ احادیث کو سامنے رکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو سامنے رکھیں اور تبلیغ کریں اور پھر معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں

یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے فلاں مولوی یا فلاں عالم سے تبلیغ کر کے اس کو قاتل کرنا ہے یا فلاں بحث کرنے والے اور اعتراض کرنے والے کو تبلیغ کرنی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں حقیقی اسلام کا پیغام پہنچے اور دنیا کو اس بات کا قاتل کرنا ہمارا مقصد ہے کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنا تھا وہ آگئے۔ اس کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ صرف بحثوں اور debates اور لمبے سوال و جواب میں پڑنے کی بجائے تبلیغ کے ذریعہ یہ دیکھیں کہ ہم کس طرح زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پیغام حق پہنچا سکتے ہیں اور ان کی اصلاح کر سکتے ہیں

مر بیان سے میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے ذمہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ انہیں صرف جماعت کی تربیت ہی نہیں کرنی بلکہ اس تربیت کے ساتھ ساتھ افراد کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں جوڑنا ہے۔ جہاں وہ یہ کریں گے وہاں ان کا علم بھی بڑھائیں اور انہیں اس جہاد کے لیے تیار بھی کریں۔ جب وہ یہ کریں گے تبھی اپنا عہد پورا کرنے والے ہوں گے

قرآن کریم، احادیث نبوی ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں
تبلیغ کے حوالے سے زریں نصائح

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایڈہ اللہ تعالیٰ
بنصرہ العزیز فرمودہ 12 / دسمبر 2025ء بمطابق 12 / فتح 1404 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے
أشهُدُ أَنَّ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشَهُدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١﴾ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿٢﴾ مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣﴾ إِلَيْكَ نَعْبُدُ وَإِلَيْكَ نَسْتَعِينُ ﴿٤﴾

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوا عَنْ سَبِيلِكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَيْنَانِ^٢
أَذْعُمُ إِلَيْكَ سَبِيلِكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمُوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادُهُمْ بِاللَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَيْنَانِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔ (الخل: 126)

اس کا ترجمہ ہے کہ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرارت ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو، سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی اور بہت سی دوسری آیات میں بھی جہاں تبلیغ کرنے کی تلقین فرمائی ہے وہاں احسن رنگ میں تبلیغ کرنے کی ہدایت دی ہے اور نصیحت کرنے کی تلقین فرمائی ہے تا کہ دوسروں پر اثر بھی ہو اور اس کا فائدہ بھی ہو اور وہ لوگ جو اس پر عمل کرتے ہیں ان کی تبلیغ ہمیشہ پھل لاتی ہے، رنگ لاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بہت حد تک کامیاب ہو جاتے ہیں۔

پس اس اصول کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ آجکل سو شل میڈیا کی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ بہت آسان ہے۔ جو شوق رکھتے ہیں وہ یہ کام بڑے شوق سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا بعض ایسے بھی ہیں جو پبلک جگہوں پر جا کر جہاں ان ملکوں میں اجازت ہے، پاکستان وغیرہ میں تو ویسے بھی تبلیغ کی اجازت نہیں، تو یہ تبلیغ کرنے کا جو شوق رکھتے ہیں وہ وہاں جا کے پورا کرتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے لیکن

تبلیغ کے لیے بھی کچھ شرائط اور آداب ہیں جنہیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے
ورنہ الٹا اثر ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی فرمایا ہے۔ پس اس بات کو سمجھیں اور پھر تبلیغ کریں کیونکہ بعض لوگ اپنی تبلیغ سے دوسروں پر منفی اثر ڈالتے ہیں اور بجائے ثبت اثر ہونے کے الٹا اثر ہو رہا ہوتا ہے اور بعض دفعہ غیروں کو جماعت پر بھی اور جماعت کی تعلیم پر بھی اعتراض کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو

حقائق سے دور ہے۔

پھر بعض لوگ جو نئے نئے اس میدان میں آئے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس بڑی دلیلیں ہیں تو جب دلیلیں نہیں ہوتیں اور مخالفین کو قائل نہیں کر سکتے اور جو ٹھووس دلیل نہیں دے سکتے تو مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں حالانکہ مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل سے دلائل ہیں۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ کسی کے پاس اس کی سمجھ نہ ہو اور بیان نہ کر سکتا ہو۔

جماعت احمدیہ جو بات کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حکمت اور دلائل کے ساتھ کرتی ہے اور اس تعلیم کے مطابق کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں دی اور جس پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا۔ پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ ہم نے جو تبلیغ کرنی ہے وہ احسن رنگ میں کرنی ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں یعنی تبلیغ کے بارے میں ایک بڑی اہم ہدایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ

”مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ امریکہ اور یورپ میں تعلیم اسلام پھیلانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ بعض انگریزی خوان مسلمانوں میں سے یورپ اور امریکہ میں جائیں اور وعظ اور منادی کے ذریعہ سے مقاصد اسلام ان لوگوں پر ظاہر کریں،“ زبان آتی ہے تبلیغ کریں۔ آپ فرماتے ہیں ”لیکن میں عموماً اس کا جواب ہاں کے ساتھ کبھی نہیں دوں گا۔“ یہ بڑی اہم بات ہے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ صرف انگریزی خوانی ہی یا کسی زبان کے آنے سے ہی دین کا علم نہیں آ جاتا بلکہ اس کے اور بھی بہت سارے لوازمات ہیں۔ اس میں علم بڑھانے کی ضرورت ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے۔ یہاں بھی مختلف جگہوں پر لوگ تبلیغ کرتے ہیں لیکن مخالفین کے سوالوں کے مکمل جواب اور مکمل علم کے ساتھ جواب نہیں دے سکتے۔ اسی طرح سو شل میڈیا پر بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔

پس

پہلے ہر داعی الی اللہ اور تبلیغ کا شوق رکھنے والے کو اپنا علم بڑھانا چاہیے۔ اعتراضوں کو جمع کریں عموماً جماعتی لٹریچر میں اس کے جواب موجود ہیں اور اگر نہ ہوں تو پھر جو ملک میں تبلیغ کی ٹیم بنی ہوئی ہے ان سے رابطہ کریں، ان سے فائدہ اٹھائیں اور اس ٹیم میں بھی علم رکھنے والے جو لوگ ہیں ان سے مدد لیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تو کبھی ہاں میں جواب نہیں دوں گا۔ پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ

”میں ہرگز مناسب نہیں جانتا کہ ایسے لوگ جو اسلامی تعلیم سے پورے طور پر واقف نہیں اور اس کی اعلیٰ درجوں کی خوبیوں سے بکلی بے خبر اور نیز زمانہ حال کی نکتہ چینیوں کے جوابات پر کامل طور پر حاوی نہیں ہیں اور نہ روح القدس سے تعلیم پانے والے ہیں۔“ یہ بھی بڑی ضروری چیز ہے کہ مبلغ کا، تبلیغ کرنے والے کا روح القدس سے تعلیم پانا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں: ”وہ ہماری طرف سے وکیل ہو کر جائیں۔“ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ میرے مبلغوں کو اللہ تعالیٰ سے بھی ایک خاص تعلق ہونا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ پھر ان کی تائید فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”میرے خیال میں ایسی کارروائی کا ضرر اس کے نفع سے اقرب اور اسرع الواقع ہے۔ الاماشاء اللہ۔“ (ازالہ اوهام، روحانی خواں جلد 3 صفحہ 516-517)

مطلوب یہ ہے کہ اگر ہم ایسی بات کریں گے تو اس کا نفع کم اور ضرر زیادہ ہے۔ الاماشاء اللہ۔ بعض موقعوں پر بعض دفعہ فائدہ بھی ہو جاتا ہے، ایک دو مثالیں مل جاتی ہیں۔ لیکن عمومی طور پر یہی ہے کہ منفی اثر ہوتا ہے۔ پس

ایک مبلغ اور داعی الی اللہ کو یہ بات ہمیشہ اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ جب ہم نے تبلیغ کرنی ہے تو اس کے بہت سارے لوازمات بھی ہیں جو ہم نے پورے کرنے ہیں۔ اگر یہ ہو گا تو تبھی ہم صحیح رنگ میں تبلیغ کر سکیں گے۔

تبلیغ کے بارے میں پہلی بات ہمیں یہ یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ واحد نبی ہیں جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام لے کر آئے جو تمام دنیا کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں اور تمام دنیا کے لیے، تمام قوموں کے لیے بشیر اور نذیر بننا کر بھیجا ہے

اور نبی بننا کر بھیجا ہے لیکن آج تک کی تاریخ دیکھ لیں کہ مسلمانوں کی کل آبادی آج بھی دنیا کی آبادی کے چوتھے حصے سے بھی کم ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ حکمت سے تبلیغ نہیں کی گئی اور وہ پیغام صحیح طور پر پہنچایا نہیں گیا۔ مسلمان سمجھتے ہیں کہ جہاد سے ہم اسلام کا پیغام پہنچادیں گے حالانکہ جہاد کی اجازت تو صرف اس صورت میں ہے جب دشمن حملہ کرے۔ جب مسلمانوں کو جہاد کرنے اور تلوار اٹھانے کی اجازت ملی تو وہ بھی اس وقت ملی تھی جب کافروں یا غیر مسلموں نے اسلام پر حملہ کر کے اسے مٹانا چاہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی سورہ حج میں فرمایا تھا کہ *أُذْنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ*۔ (حج: 40) یعنی وہ لوگ جن سے بلا وجہ جنگ کی جا رہی ہے ان کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔ اور پھر تاریخ نے دیکھا تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور اس پر قادر ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب جنگ کی اجازت دی تو اس وجہ سے دی کہ ظلم ہو رہا تھا لیکن آج کل کا جزو زمانہ ہے وہ اس قسم کے جہاد کا نہیں ہے۔ دین کی خاطر کوئی جنگ نہیں ہو رہی چاہے بہانوں سے مسلمانوں پر ظلم بھی ہو رہا ہے لیکن دین کا نام نہیں لیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن کریم کے جہاد کو ہی جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ (الفرقان: 53)

پس یہ مسلمانوں کی عمومی حالت ہے جس کی وجہ سے آج بھی ہم جو مسلمان ہیں وہ دنیا کی آبادی کے چوتھے حصے سے بھی کم ہیں۔

ہمیں اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے کہ ہم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کی بیعت کی ہے اور آپ سے عہد بیعت باندھا ہے۔ ہم نے اس بات پر عمل کرنا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بھی پیدا کریں۔ اس کی تعلیم سیکھیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے دنیا کو بھی یہ پیغام پہنچائیں۔

بعض لوگ نیک نیتی سے کام کرتے ہیں جیسا کہ میں نے شروع میں کہا ہے لیکن انہیں پوری طرح علم نہیں ہوتا یا تعلق باللہ کا وہ معیار قائم نہیں ہوتا جو ایک داعی الی اللہ کا ہونا چاہیے جس کے نتیجے میں پھر انہیں مایوسی ہوتی ہے۔

اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبلیغ کے لیے حکم دیے ہیں اور بعض ہدایات فرمایا کرتے تھے۔

بہت ساری روایتیں ملتی ہیں۔

ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم لوگوں سے ان کی عقولوں کے مطابق بات کریں۔

(کنز العمال جلد 5 جزء 10 صفحہ 105 حدیث 29268 مکتبہ دارالکتب العلییہ، بیروت)

پہلی بات یہی ہے کہ جس کی جتنی عقل ہے، جتنا اس کا علم ہے یا جس مزاج اور مذہب کا وہ آدمی ہے اس کے مطابق اس سے بات کی جائے۔

مثلاً مسلمانوں کو اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا بتانا ہے تو ان کو قرآن اور حدیث اور ان کے بزرگوں کی کتب سے بتانا چاہیے۔

تبلیغ کرنے والوں کو آپ نے یہ بھی فرمایا۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے۔ اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مظلوم کی بد دعا سے بچنا۔ تبلیغ کرنے والوں کے لیے یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ ہمیشہ اس کے اپنے اخلاق اچھے اور اعلیٰ ہوں اور حقوق العباد کا وہ معیار ہو کہ وہ کبھی کسی مظلوم کی بد دعا لینے والا نہ ہو بلکہ ہمیشہ مظلوم کی دعائیں لینے والا ہو۔ جب وہ دعائیں لینے والا ہو گا

تو کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔

فرمایا: اس لیے بچنا چاہیے کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہے۔

(صحیح البخاری (مترجم) جلد 4 صفحہ 459 کتاب الظالم و الغصب باب الاتقاء بالخذر من دعوة المظلوم حدیث 2448، نور فاؤنڈیشن)

پس ہمیشہ اس بات کو سامنے رکھنا چاہیے۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں مَوْعِظَةُ الْحَسَنَةِ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”خدا نے ہم پر فرض کر دیا ہے کہ جھوٹے الزامات کو حکمت اور موعظت حسنے کے ساتھ دور

کریں۔ اور خدا جانتا ہے کہ کبھی ہم نے جواب کے وقت نرمی اور آہستگی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔“ یعنی ہمیشہ نرمی استعمال کی ہے۔ خود اپنا حال بیان فرمار ہے ہیں کہ میں تو ہمیشہ نرمی اور آہستگی سے جواب دیتا ہوں۔ یہی میرا اصول ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے ”اور ہمیشہ نرم اور ملائم الفاظ سے کام لیا ہے“ پس تبلیغ کا یہ طریقہ ہے جو ہمیں اختیار کرنا چاہیے۔ پس

جو لوگ تبلیغ کرتے ہوئے بعض دفعہ غصہ میں آ کر مخالف کی زبان استعمال کرنے لگ جاتے ہیں انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری تبلیغ اخلاق کے دائرے میں ہی ہو۔ ان کے پاس دلیل نہیں ہے اس لیے وہ غلط زبان استعمال کرتے ہیں لیکن اگر ہم بھی غلط زبان استعمال کریں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی سختی کی ہے۔ پہلی بات تو وہی ہے جو میں نے بیان کی کہ آپ نے سختی نہیں کی اور جہاں آپ نے سختی کی وہاں آپ نے لوگوں کو یہ جواب دیا کہ

”بجز اس صورت کے کہ بعض اوقات مخالفوں کی طرف سے نہایت سخت اور فتنہ انگیز تحریر یں پا کر کسی قدر سختی مصلحت آمیز اس غرض سے ہم نے اختیار کی کہ تا قوم اس طرح سے اپنا معاوضہ پا کر وحشیانہ جوش کو دبائے رکھے۔“ نیت یہاں بھی نیک تھی۔ ”اور یہ سختی نہ کسی نفسانی جوش سے اور نہ کسی اشتعال سے بلکہ مخصوص آیت... وَجَاءُكُمْ بِالْتَّقْوَىٰ هُنَّ أَحْسَنُ“ پر عمل کر کے ایک حکمت عملی کے طور پر استعمال میں لائی گئی“ ہے۔ یہ سختی جو میں نے کی ہے کوئی دل کی رنجشیں نہیں تھیں۔ یہ تو ایک سبق دینے کے لیے تھا اور دوسرا یہ کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ جوش میں آ جاتے ہیں ان کے جوش کو دبائے کے لیے تا کہ اگر میں جواب دے دوں تو مسلمان لوگ بھی غلط قسم کا قدم نہیں اٹھائیں گے اور مار دھاڑ پر نہ آ جائیں۔ فرمایا کہ ”اور وہ بھی اس وقت کہ مخالفوں کی“ تو ہیں، تحقیر اور بذبانی کی انتہا پر ہم نے کی ہے۔ جو کہیں میرا کوئی سخت لفظ لکھا ہوا نظر آتا ہے تو کیونکہ اس وقت جو مخالفت ہو رہی تھی جب وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ”تو ہیں اور تحقیر اور بذبانی انتہا تک پہنچ گئی“ اور جب وہ انہوں نے اس وقت انتہا تک پہنچا دی تو ان کی بذبانی کی وجہ سے سختی کی ہے۔ فرمایا کہ ”اور ہمارے سید و مولیٰ سرور کائنات،

فخر موجودات کی نسبت ایسے گندے اور پُر شر الفاظ ان لوگوں نے استعمال کئے کہ قریب تھا کہ ان سے
نقشِ امن پیدا ہو۔ تو اس وقت ہم نے اس حکمت عملی کو بردا۔“

(البلاغ، روحانی خزانہ جلد 13 صفحہ 385)

پس

آپ نے اپنی مختلف کتب میں سخت الفاظ سے جماعت کو روکا ہے اور یہی فرمایا ہے کہ بعض
جگہ میں نے یہ الفاظ بعض مجبوریوں کی وجہ سے استعمال کیے ہیں لیکن تم لوگوں نے نرمی
کرنی ہے، تم لوگوں نے سخت الفاظ استعمال نہیں کرنے۔ اور آپ نے اس سختی میں ان کی
تاریخ کے حوالے سے باتیں کی ہیں۔ ان کی طرح گالیاں اور غلیظ زبان استعمال نہیں کی۔
پھر اسی طرح اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ”ہمارے لیے قرآن کریم
میں یہ حکم ہے کہ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَبِ إِلَّا بِالْتِقْوَىٰ هِيَ أَحْسَنُ“، یہ سورہ عنكبوت کی آیت ہے مطلب یہ
ہے کہ اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اس دلیل سے جو بہترین ہو ”اور دوسری جگہ“ پھر آپ فرماتے
ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ”یہ حکم ہے کہ أَدْعُ إِلَىٰ سَبِيلٍ رَّبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمُوَعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلُهُمْ بِالْتِقْوَىٰ هِيَ
أَحْسَنُ“ اس کے معنے یہی ہیں کہ نیک طور پر اور ایسے طور پر جو مفید ہو عیسائیوں سے مجادلہ کرنا چاہیے اور
حکیمانہ طریق اور ایسے ناصحانہ طور کا پابند ہونا چاہیے کہ ان کو فائدہ بخشنے، اور یہی اصول ہر مذہب کے
ماننے والے، تبلیغ کرنے والے کے لیے ہے چاہیے وہ یہودی ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو یا آجکل مسلمانوں
میں سے جو مسیح موعود علیہ السلام کو مسلمان نہیں مانتے ان کو تبلیغ کے لیے بھی یہی نصیحت ہے کہ حکیمانہ طریق
اور ناصحانہ طور پر کاربند ہونا چاہیے۔ فرمایا: ”لیکن یہ طریق کہ ہم گورنمنٹ کی مدد سے یا نعوذ باللہ خود
اشتعال ظاہر کریں۔“ یہ غلط طریق ہے جو ”ہرگز ہمارے اصل مقصود کو مفید نہیں ہے۔ یہ دنیاوی جنگ
و جدل کے نمونے ہیں اور سچے مسلمان اور اسلامی طریقوں کے عارف ہرگز ان کو پسند نہیں کرتے کیونکہ
ان سے وہ نتائج جو ہدایت بنی نوع کے لیے مفید ہیں پیدا نہیں ہو سکتے۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزانہ جلد 13 صفحہ 318-317)

حضرت مصلح موعودؒ نے بھی تفسیر کبیر میں أَدْعُ إِلَىٰ سَبِيلٍ رَّبِّكَ بِالْحِكْمَةِ کی وضاحت کی ہے۔

آپ نے حکمت کے معنی لغت کے لحاظ سے بتائے ہیں مختلف لغات میں لغت کے حساب سے اس کے معنی کیا ہیں؟ فرماتے ہیں کہ

حکمت کے معنی حلم کے بھی ہوتے ہیں

اور یہ کہ نرمی کے ساتھ اور عقل سے کام لیتے ہوئے بات کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ کیونکہ جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ جلد تیز ہو کر غصے اور جوش میں آ جاتا ہے وہ دوسرا کو ہرگز سمجھا نہیں سکتا۔

اسی طرح حکمت کے ایک معنی نبوت کے بھی ہوتے ہیں

اور ان معنوں کی رو سے مطلب یہ ہو گا کہ الہی کلام کی مدد سے لوگوں کو دین کی طرف بلاو۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کلام دیا ہے اور جو دلائل خود قرآن کریم نے دیے ہیں انہی کو پیش کرو۔ اپنے پاس سے ڈھکونسلے نہ پیش کیا کرو۔ آپ نے بڑی حسرت سے فرمایا تھا کہ اگر اس گر کو مسلمان سمجھتے تو یہودیت اور عیسائیت کو کھا جاتے۔ ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَجَاهِهِ دُهُمْ بِهِ۔ اس قرآن کی تواریخ کر دنیا سے جہاد کے لیے نکل کھڑے ہو۔ لیکن افسوس کہ آج دنیا کی ہر چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے جو دولت مند ملک ہیں لیکن اگر نہیں تو یہی تواریخ سے لے کر نکل کھڑے ہونے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ یعنی تبلیغ کے لیے قرآن کریم کے دلائل سے نکلو۔ تیل کی دولت ہے، بہت ساری تجارتیں ہیں۔ بہت سارے ممالک ہیں مسلمانوں کے۔ چوں ملک مسلمانوں کے ہیں لیکن اسلام کی تعلیم کے ساتھ جو جہاد جس طرح کرنا چاہیے تھا انہوں نے اس طرح نہیں کیا۔

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا لغت کی رو سے کہ

حکمت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جو جہالت سے رو کے۔

اب اس کی رو سے آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ تم ایسے طریق سے کلام کیا کرو جس کو دوسرا سمجھ سکے اور اس سے اس کی غلط فہمی دو رہ سکے۔ یعنی وہ بات ہونی چاہیے جو جہالت کا قلع قلع کرے اور مخاطب کے فہم کے مطابق ہو۔ چنانچہ حدیث میں بھی آتا ہے۔ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نکلم الناس علی قدر عقولہم۔ کہ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں سے

ان کے فہم اور ادراک کے مطابق کلام کیا کرو۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی یہ حدیث بتائی ہے۔ بعض لوگ یہ کچھ دیتے ہیں تو موٹے موٹے لفظ اور اصطلاحات استعمال کر کے رعب ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان تقریروں سے جاہلوں پر رعب تو ضرور پڑ جاتا ہو گا شاید مگر فائدہ تقریروں سے کوئی نہیں اٹھاتا۔ اب یہاں بھی یہی ہوتا ہے۔ غیروں سے یا بعض دفعہ علماء سے ہم باتیں کرتے ہیں تو وہ بھی اس قسم کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں لیکن اگر اس طرح ہم نے باتیں کیں تو ان کو تو پتہ نہیں فائدہ ہونا ہے یا کہ نہیں لیکن عوام الناس کو اصل چیز سمجھ نہیں آتی۔ وہ بس لفاظی کے چکر میں ہوتے ہیں۔ جب آسان زبان میں سمجھائیں گے تو ہو سکتا ہے کہ سننے والوں میں سے بہت سے ایسے لوگ ہوں جن کو آسان زبان میں بات سمجھ آجائے اور وہ ان لفاظی کرنے والوں کی بجائے آپ کی بات سن کر اس پر زیادہ توجہ دینا چاہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ

موافق الحق کلام کو بھی حکمت کہتے ہیں۔

یہ بھی لغت میں لکھا ہے۔ ان معنوں کے رو سے اس آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسی بات کیا کرو جو سچی اور واقعات کے مطابق ہو۔ بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ ہم سچے دین کی طرف ہی بلارہ ہے ہیں بعض غلط باتوں کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔

بعض دفعہ لوگوں سے تبلیغ میں مبالغہ ہو جاتا ہے حالانکہ تبلیغ میں کسی مبالغے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کو سامنے رکھیں۔ احادیث کو سامنے رکھیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو سامنے رکھیں اور تبلیغ کریں اور پھر معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔

فرمایا کہ یہ طریق غلط ہے کہ غلط باتوں کو بیان کیا جائے۔ دشمن کے مقابلہ میں جو بات کہو سچی کہو۔ دوسروں کو ہدایت دیتے دیتے خود ہی گمراہ نہ ہو جاؤ۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَا يَضُرُّ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔ (الماندہ: 106) اگر تم ہدایت پر قائم رہتے ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو کہ دوسرا گمراہ ہوتا ہے کہ نہیں۔ دوسرے کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اپنے آپ کو بچاؤ۔ یعنی کوئی ایسی بات

جو گناہ ہو، غلط ہو اس خیال سے نہ کرو کہ اس کے ذریعہ سے میں دوسرے کو ہدایت دوں گا۔ جب تمہاری ہدایت اور دوسرے کی ہدایت ملکرا جائے تو اس وقت تم اپنی ہدایت کی فکر کرو اور دوسرے کی ہدایت کو خدا پر چھوڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ مون کافر ہو جائے اور کافر مون ہو جائے۔ وہ تو دوسروں کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔

پھر آپ نے اسی حکمت کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لغات میں سے یہ بھی کہا کہ
 محل و موقع کے مناسب کلام کو بھی حکمت کہتے ہیں۔

ان معنوں کے رو سے آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ تبلیغ میں برعکس بات کرنی چاہیے۔ اگر بعض دلائل سے دشمن کے برائیگریت ہونے یا غصہ میں آنے کا اندیشہ ہو اور یہ خطرہ ہو کہ وہ اس طرح سے تمہاری بات نہیں سنے گا تو یہ مناسب نہیں کہ بلاوجہ اس کو چڑاؤ۔ تم اس کے سامنے دوسرے دلائل بیان کرو جن کو وہ ٹھنڈے دل سے سن سکے۔ گویا بات کرتے وقت پہلے مزاج شناسی کرو۔ اگر تم ان کو خواہ بھڑکاؤ گے تو ایسی تبلیغ کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ محض اپنی بڑائی بیان کرنے اور یہ بتانے کے لیے کہ ہم سچے ہیں، مسح موعود سچے ہیں، اسلام سچا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً تمام دنیا کے لیے نبی ہیں۔ یہ باتیں اگر بغیر دلیل کے کرو گے تو ان سے اشتغال ہی پیدا ہو گا۔ حکمت سے بات کروتا کہ لوگوں کو ان باتوں کی سمجھ بھی آئے۔

پس

یہ ہے خوبی کہ اللہ تعالیٰ نے مختصر الفاظ میں تبلیغ کے سارے گر بیان کر دیے ہیں اور یہی وہ طریقہ ہے کہ اگر ہم تبلیغ کرنے والے اس پر عمل کریں تو ان شاء اللہ کامیابیاں بھی ملیں گی۔

الْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ۔ یعنی وہ کلام جو دلوں کو نرم کر دیتا ہے اور ان پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اس نصیحت کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ توجہ دلائی ہے کہ خشک دلیلوں سے کام نہیں چلایا کرو۔

اب آج یہ جماعت احمدیہ کا کام ہے کہ وہ اسلام کا یہ پیغام دنیا کو بتائیں۔ ہر ایک جس

سے بھی مخالف یا مقابل کے طور پر بات چیت ہو اس کو یہ بتایا جائے کہ دین میں محض خشک دلیلیں نہیں ہیں بلکہ نصیحت کے مختلف پہلو ہیں جن پر عمل کرنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جذبات ابھار نے والی باتیں بھی کیا کرو اور حکمت کے ساتھ مَوْعِظَةُ الْحَسَنَةِ کو بھی شامل رکھا کرو۔ اور حَسَنَةٌ کا لفظ رکھ کر بتا دیا کہ جھوٹی غیر تیں نہ دلاؤ جیسا کہ آجھل کے جاہل علماء لوگوں کو بلا وجہ راستبازی کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

وَجَادِلُهُمْ بِالْتَّقْوَىٰ هُىٰ أَحْسَنُ ۔ کہہ کر یہ بتایا کہ ان سے جھگڑا کرتے وقت یعنی بحث کرتے وقت یہ بھی مُذْنَظَرَ رکھا کرو کہ مختلف دلائل میں سے جو سب سے اعلیٰ اور مضبوط دلیل ہو اس کو بطور بنیاد اور مرکز کے قائم کیا کرو اور باقی دلائل کو اس کے تابع رکھو کیونکہ تائیدی دلیل کے ٹوٹ جانے سے اصل دلیل کو کوئی ضعف نہیں پہنچتا۔ اس کے برخلاف اگر مرکزی نقطہ کمزور ہو تو مضبوط تائیدی دلائل بھی کوئی زیادہ فائدہ نہیں دیتے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ فَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهَتَّدِينَ۔ یقیناً تیرارت ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہے سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ پس اس میں بتایا کہ تم اچھی طرح سے تبلیغ کرتے رہو لیکن اگر لوگ نہ مانیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال کر مایوس نہ ہو جانا کہ ہمیں تبلیغ کرنی ہی نہیں آتی کیونکہ ممکن ہے کہ تمہاری تبلیغ میں کوئی نقص نہ ہو مگر مخاطب کے دل پر اس کے گناہوں کا ایسا زنگ ہو کہ خدا تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کی کھڑکی نہ کھولے۔ غرض تبلیغ میں منہمک رہنا چاہیے۔ یہی اصل چیز ہے۔ ہمارا کام تبلیغ کرتے رہنا ہے۔ نتیجہ نکالنا اور اثر پیدا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 271-274، ایڈیشن ربوبہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”بہت سے مولوی اور علماء کہلا کر منبروں پر

چڑھ کر اپنے تیئن نائب الرسول اور وارث الانبیاء قرار دے کر وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تکبر، غرور اور بدکاریوں سے بچو مگر جوان کے اپنے اعمال ہیں اور کرتو تیں، ہیں۔ جو ”وہ خود کرتے ہیں ان کا اندازہ اس بات سے کر لو کہ ان باتوں کا اثر تمہارے دل پر کہاں تک ہوتا ہے۔“ جو نیک فطرت ہیں ان پر کہاں اثر ہوتا ہے ان کا۔ پس اگر تمہارے دلوں پر ان مولویوں کی تبلیغ کا اثر نہیں ہوتا تو پھر اپنا حال دیکھ لو۔ اگر تم بھی ایسی باتیں کرو گے تو تمہاری باتوں کا کہاں اثر ہو گا۔ اس سے اندازہ کر لو کہ اگر تم تبلیغ کر رہے ہو تو تمہیں پہلے اپنے عمل کو درست کرنا چاہیے اور خدا سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ اگر یہ ہو گا تو تب ہی تمہاری تبلیغ صحیح ہو گی۔ کامیاب اور کارآمد ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ ”... اگر اس قسم کے لوگ عملی طاقت بھی رکھتے اور کہنے سے پہلے خود کرتے تو اللہ کو قرآن شریف میں، لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ کی کیا ضرورت تھی۔“ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (القہف: 3) کہنے کی کیا ضرورت پڑتی؟ یہ آیت ہی بتلاتی ہے کہ دنیا میں کہہ کر خود نہ کرنے والے بھی موجود تھے اور ہیں اور ہوں گے، آئندہ بھی۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے جو تبلیغ کرتے ہیں تو ان کی دلیلیں سن کر لوگ بعض دفعہ قائل تو ہو جاتے ہیں لیکن پھر جب ان کے عمل دیکھتے ہیں تو بدک جاتے ہیں۔ لیکن

اگر تم تبلیغ کرنا چاہتے ہو تو پھر اپنے قول و فعل کو برابر رکھو تبھی تمہاری تبلیغ کامیاب ہو گی اور اس میں برکت بھی پڑے گی۔

پھر فرمایا کہ ”... تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کر لو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر پذیر نہیں ہوتی۔ اسی سے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپ کے حصہ میں آئی۔“ جس طرح کامیابی ہوئی اور دلوں میں تاثیر آپ نے پیدا کی ”اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اس لیے ہوا کہ آپ کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 67، 68، ایڈیشن 1984ء)

پس اگر ہم نے تبلیغ کا عمل کرنا ہے اور پیغام پہنچانا ہے تو آپ کو اس طریق پر عمل کرنا پڑے گا۔ ہمیں اس طریق پر عمل کرنا پڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنا

پڑے گا اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنا پڑے گا۔

پھر اسی بات کو بیان کرتے ہوئے کہ لَمَّا قُولُونَ مَا لَأَتَفْعَلُونَ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ مون کو دور نگی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیشہ اپنے قول اور فعل کو درست رکھو اور ان میں مطابقت رکھو۔ جب صحابہؓ نے اپنی زندگیوں میں دکھایا تم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے صدق اور وفا کے نمونے دکھاؤ تب ہی تبلیغ میں بھی برکت پڑے گی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 374)

صرف یہ دیکھ لینا کہ آج میرے پاس میڈیا آگیا تو میں تبلیغ کرلوں اس سے تبلیغ کے نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔

پھر آپ نے وَجَادِلُهُمْ بِالْتِقْوَىٰ هِيَ أَحْسَنُ کی تشریح ایک جگہ اس طرح فرمائی کہ ”جسے نصیحت کرنی ہو اسے زبان سے کرو۔“ یعنی زبان سے نصیحت کرنی ہے کرو۔ ”ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرا یہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بناسکتی ہے اور دوسرے پیرا یہ میں دوست بنادیتی ہے۔“ الفاظ ایک ہی طرح کے ہیں۔ ایک ہی بات کہنی ہے لیکن ایک بات ایک طرز سے کی جائے تو دشمن بنادیتی ہے اور نرم الفاظ میں کی جائے تو دوست بنادیتی ہے۔ ”پس جَادِلُهُمْ بِالْتِقْوَىٰ هِيَ أَحْسَنُ کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔ اسی طرز کلام کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے یُؤْتَى الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 127، ایڈیشن 1984ء)

یعنی جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ”اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 323، ایڈیشن 1984ء)

پس پہلی چیز یہی ہے۔ یہ

کوئی کریڈٹ نہیں ہے کہ ہم نے تبلیغ کر دی یا ہم نے ان کو پیغام پہنچا دیا۔ پیغام

پہنچانے کے ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ ہم نے اپنی حالت میں کیا تبدیلی پیدا کی ہے۔ صرف پیغام پہنچانا کافی نہیں ہے۔ اسی پر فخر نہیں ہونا چاہیے کہ ہم احمدی ہو گئے۔ ہم نے تبلیغ کر دی اور داعی الی اللہ میں ہمارا نام آگیا۔ نہیں! بلکہ آپ نے فرمایا کہ سب سے اول یہی وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلاؤ۔ ہاں! پھر جب نمونہ بن جاؤ گے تو پھر دنیا میں اُسے پھیلاؤ۔ پھر دیکھو کیا انقلاب آتے ہیں۔ جو انقلاب دنیا میں پسیے والے نہیں پیدا کر سکے وہ تم پیدا کرو گے۔

جو لوگ چند دن تبلیغ کر کے سمجھتے ہیں کہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا کہ چاہیے کہ جب کلام کرے تو سوچ کر اور مختصر کام کی بات کرے۔ بہت بحثیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ پس چھوٹا سا چٹکلا کسی وقت چھوڑ دیا جو سیدھا کان کے اندر چلا جاتا ہے۔ پھر کبھی اتفاق ہوا تو پھر ہی۔ یہ

مستقل مزاجی سے تبلیغ کرنے والی بات ہے۔ غرض آہستہ آہستہ پیغامِ حق پہنچاتا رہے اور تھکنے نہیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ تھکنا نہیں۔ یہ نہیں کہ ایک دن ہم نے کمپ یا سٹال لگالیا۔ تبلیغ کر دی اور اس کے بعد کام ختم ہو گیا۔ نہیں۔

کیونکہ آجکل خدا کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق کو لوگ دیوانگی سمجھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آجکل لوگ خدا کے ساتھ تعلق کو دیوانگی سمجھتے ہیں۔ اگر صحابہؓ اس زمانے میں ہوتے تو لوگ انہیں سودائی کہتے اور وہ انہیں کافر کہتے۔ دن رات بیہودہ باتوں، طرح طرح کی غفلتوں اور دنیاوی فکروں سے دل سخت ہو جاتا ہے اور بات کا اثر دیر سے ہوتا ہے۔

آجکل تو دنیا میں بہت زیادہ دنیادار لوگ ہیں۔ جو اُس زمانے سے جب آپ نے بات کی ہے اس زمانے میں دنیاداری میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ یہ دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان پر کیا اثر ہونا ہے؟ اس لیے

یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے فلاں مولوی یا فلاں عالم سے تبلیغ کر کے اس کو قاتل کرنا ہے یا فلاں بحث کرنے والے اور اعتراض کرنے والے کو تبلیغ کرنی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں حقیقی اسلام کا پیغام پہنچے اور دنیا کو اس بات کا قاتل کرنا ہمارا مقصد ہے کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنا تھا وہ آگئے۔ اس کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ صرف بحثوں اور debates اور لمبے سوال و جواب میں پڑنے کی بجائے تبلیغ کے ذریعہ یہ دیکھیں کہ ہم کس طرح زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پیغام حق پہنچا سکتے ہیں اور ان کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام نے بھی یہی کیا تھا۔ وہ تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن آجکل چونکہ لوگ دنیاوی فکر و فلکروں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کو سمجھانا مشکل ہے اس لیے بڑی حکمت سے انہیں سمجھانا پڑتا ہے۔ اگر ہمارے عملی نمونے میں وہی بات آگئی ہو تو خود بخود لوگوں کی توجہ بھی ہماری طرف پیدا ہو گی۔

آپ نے اپنی ایک مثال دی کہ ایک تحصیلدار تھا۔ وہ میرے سے بحث کیا کرتا تھا۔ اس کو میں نصیحت کیا کرتا تھا۔ تو وہ میرا مذاق اڑاتا تھا لیکن میں نے بھی اس کو نہیں چھوڑا۔ میں نے کہا تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ بتاتا رہوں گا، نصیحت کرتا رہوں گا۔ شاید آپ نے اس کی کوئی سعید فطرت دیکھ لی ہو گی۔ تو بہر حال کہتے ہیں میں اس کو مستقل مزاجی سے نصیحت کرتا رہا اور آخر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ دھاڑیں مار مار کے رونے لگ گیا اور مجھ سے معافیاں مانگنے لگ گیا۔ کہاں مذاق اڑاتا تھا، استہزا کرتا تھا، کہاں رونے والی حالت ہو گئی اس کی بلکہ رونا شروع کر دیا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ بعض وقت سعید آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شقی ہو اور بد بخت آدمی لگتا ہے لیکن ہوتا وہ سعید ہے۔ جب اس کے پیچے پڑ کے اس کی سمجھ کے مطابق اور حکمت سے کام لے کر باتیں کرتے رہو تو وہ سمجھ جاتا ہے۔ فرمایا کہ

یاد رکھو کہ ہر قفل کے لیے ایک کلید ہے۔ ہر تالے کی ایک چابی ہوتی ہے۔ بات کے لیے بھی ایک چابی ہے اور وہ مناسب طرز ہے۔ مناسب طرز سے بات کرنی چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں جس طرح دو اؤں میں کوئی دو اکسی کے لیے مفید ہوتی ہے اور کوئی کسی بیماری کے

لیے۔ ایسے ہی ہر ایک بات ایک خاص پیرائے میں خاص شخص کے لیے مفید ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں کہ سب سے یکساں بات کی جائے۔ بیان کرنے والے کو چاہیے کہ کسی کے برا کہنے کا برا نہ منائے بلکہ اپنا کام کیے جائے اور تھکنے نہیں۔ امراء کا مزاج بہت نازک ہوتا ہے اور وہ دنیا سے غافل ہوتے ہیں۔ بہت باتیں سن بھی نہیں سکتے۔ نہیں کسی موقع پر کسی پیرائے میں نہایت نرمی سے نصیحت کرنی چاہیے۔

(اخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 119-120)

ہر طبقے کو نصیحت کرنی ہے۔ امراء کو بھی اور غرباء کو بھی۔ امراء کی تبلیغ کا یہ گر آپ نے بتایا کہ موقع محل کے لحاظ سے جب دیکھو تب کوئی نصیحت کی بات کرو۔ پھر اس ضمن میں آپ حضرت ابن عربی کی مثال دیتے ہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ

”فرعون کے لیے کیوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نرمی کا سلوک کرنے کی ہدایت کی۔ اس میں بھید یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آخر اسے ایمان نصیب ہو جاوے گا۔ چنانچہ“ وہ لکھتے ہیں کہ ”امَنْتُ“ کا لفظ اسی کے منہ سے نکلا۔“

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 232)

آخر جب وہ مر نے لگا اور ڈوبنے لگا تو اس نے یہی لفظ کہا تھا کہ امَنْتُ۔

حضرت مصلح موعود تبلیغ کے بارے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال
بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسفؐ کو قید میں ڈالا گیا تو وہاں دو اور قیدی بھی تھے۔ اس کا بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے میں عجیب حکمت سے کام لیا۔ چونکہ خطرہ تھا کہ تبلیغ کرنے پر گھبرا نہیں گے اس لیے پہلے انہیں تسلی دے دی کہ میں زیادہ وقت نہیں لوں گا بلکہ کھانا آنے سے پہلے ہی تم کو فارغ کر دوں گا۔ یہ اس لیے کیا کہ وہ گھبرا نہ جائیں اور غور سے سنتے رہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تبلیغ کا موقع نہیں ملتا تھا۔ انہوں نے ان کے سوال کو غنیمت جانا جو قیدیوں نے خوابوں کی تعبیر پوچھنے کے بارے میں کیا تھا اور سمجھ لیا کہ ان کی ضرورت کے پورا ہونے سے پہلے تبلیغ کروں گا تو یہ سنتے پر مجبور ہوں گے۔

پھر آپؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دی۔ حضرت یوسفؐ نے نہیں۔ یہ ایک مثال تو حضرت یوسفؐ کی ہے۔ دوسری مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ابتدائی زمانے میں جب آپؐ

نے دعویٰ پیش کیا۔ جب آپ اہلیانِ مکہ کو تبلیغ کرنا چاہتے تھے تو وہ لوگ اس سے کتراجاتے تھے اور تبلیغ نہیں سنتے تھے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعوت کا انتظام کیا اور آپ نے کھانا کھلا کر تبلیغ کرنی چاہی مگر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ اس پر آپ نے یہ تدبیر کی کہ پھر دعوت دی اور کھانا آنے سے پہلے ان کو اپنے دعویٰ سے آگاہ کر دیا۔ وہ لوگ کھانے کے انتظار میں بیٹھنے پر مجبور تھے۔ اس لیے آپ کو اپنی بات سنانے کا موقع مل گیا۔

اس آیت سے انبیاء کے وعظ کا طریق بھی معلوم ہوتا ہے۔ پس ان کی اتباع میں وعظ و نصیحت کرتے وقت ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ بات کہی بھی جائے اور دوسروں پر گراں بھی نہ گزرے۔ یعنی ایک اصول بتادیا کہ ایسی بات کرو جو صحیح بھی ہو لیکن اس طرح کرو کہ وہ دوسروں کو بوجھ بھی نہ لگے۔ پس حکمت سے بات کرنی چاہیے اور اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔

(مانوذ از تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 312-313)

اُس وقت جبکہ یورپ کے اسلام لانے کا خیال بھی نہیں آ سکتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگریزی میں اپنے مضامین ترجمہ کرائے یورپ میں تقسیم کرائے اور جب خدا تعالیٰ نے آپ کو جماعت عطا فرمائی تو آپ نے انہیں ہدایت کی کہ جہاد اسلام کا ایک اہم جزو ہے وہ کسی وقت بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اسلام کے ایسے احکام ہیں جن پر عمل کرنا ہر زمانے میں ضروری ہے اسی طرح جہاد بھی ایسے اعمال میں سے ہے جن پر ہر زمانے میں عمل کرنا ضروری ہے۔ جس پر عمل کرنا ہر زمانے میں ضروری ہے۔ پس جہاد کا یہ طریقہ ہے۔ اس زمانے میں جہاد کیا ہے؟ ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم جہاد نہیں کرتے۔ ہم جہاد کرتے ہیں لیکن طریقہ بدلتا ہے۔ اس پر بحثیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ غیر احمدی مسلمان ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم جہاد نہیں کرتے۔ جہاد کے منکر ہیں حالانکہ یہ جہاد ہی ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ یعنی تبلیغ کر کے پیغام پہنچا رہے ہیں۔ دنیا میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کر رہے ہیں اور احمدیت کے ذریعہ سے لوگوں کو اسلام کی اصل تعلیم سے آگاہ کر رہے ہیں۔ افریقہ، یورپ، ساوتھ امریکہ، امریکہ، آسٹریلیا، جزائر میں بھی ہمارے میشن موجود ہیں۔ تو

یہ سب کس لیے ہے۔ یہ وہی جہاد ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ ہم جہاد کے قائل نہیں غلط ہے۔ ہاں! جیسا کہ میں نے کہا جہاد کا طریقہ بدل گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تمہارا جہاد قلم کے ذریعہ جہاد ہے۔ جو تمہارے پین کی نوکیں اور نہیں ہیں وہ تلوار کی نوکیں ہیں۔ پس اس کے ذریعہ جہاد کرو۔ یہ دین کی اشاعت کا کام ہے اور اس کا زمانہ ہے اور اس کے لیے یہ ضروری ہے۔ پس اس طرح قلم سے جہاد کرنا۔ پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے اور دنیا کو بتانا چاہیے کہ تم ہم سے کیا بحث کرتے ہو کہ یہ مسیح موعود نہیں ہے جس نے دعویٰ کیا ہے۔ یا مسیح موعود نے اس طرح نہیں آنا تھا۔ یہ غلط ہے۔ ایک طرف دیکھیں۔ ان کو ہمیں صحیح طرح بتانا پڑے گا کہ قرآن اور حدیث کیا کہتے ہیں۔ ایک طرف وہ مانتے ہیں کہ مسیح اور مہدی نے آنا ہے دوسری طرف انکار بھی کرتے ہیں۔ ہم ان کی بحثوں کو لغوی معنوں اور جھگڑوں میں لے کر بیٹھ جائیں تو اس سے فائدہ کوئی نہیں ہو گا۔ ان سے کہنا چاہیے کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کو دنیا پر غالب کرنا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لیے نبی اور رسول بن کر آئے تھے۔ آج ہماری تعداد تو دنیا کی آبادی کے چوتھے حصہ سے بھی کم ہے۔ جب تک ہم دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلنہیں لے آتے ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے بہت کام کر لیا ہے۔

آج یہ ہمارا کام ہے کہ اس طرح کا جہاد کریں اور تبھی ہمارا جہاد کامیاب ہو گا۔ ورنہ کیا یہ جہاد جو مسلمان کرنا چاہتے ہیں یہ کوئی کار آمد جہاد ہے۔ اس کا کوئی نتیجہ نکل رہا ہے۔
 کچھ بھی نہیں نکل رہا۔

پس

یہ وہ جہاد ہے جو ہر احمدی کو کرنا ہے

جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتایا ہے نہ کہ تلوار سے جس کا مسلمانوں کے لیے نتیجہ بھی کچھ نہیں نکل رہا۔ ہر جگہ سبکی اٹھار ہے ہیں لیکن عقل اور حکمت کے ساتھ یا یہ جو باقی میں نے بتائی ہیں ان کے ساتھ تبلیغ کے ذرائع حکمت سے استعمال کریں۔ اللہ سے تعلق پیدا کریں۔ مرتبیان کو بھی چاہیے کہ افراد جماعت کی تربیت کر کے ایسی فوج تیار کریں جو یہ جہاد کرے اور

مر بیان سے میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے ذمہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ انہیں صرف جماعت کی تربیت ہی نہیں کرنی بلکہ اس تربیت کے ساتھ ساتھ افراد کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں جوڑنا ہے۔ جہاں وہ یہ کریں گے وہاں ان کا علم بھی بڑھائیں اور انہیں اس جہاد کے لیے تیار بھی کریں۔ جب وہ یہ کریں گے تبھی اپنا عہد پورا کرنے والے ہوں گے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مر بیان کو نصیحت کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ

تبیغ کس طرح کرنی چاہیے اور ایک مربی کو کس طرح ہونا چاہیے؟
بلکہ دو تین موقعوں پر آپ نے مر بیان کو یہ نصائح فرمائی ہیں لیکن وہ تو لمبی ہیں۔ کبھی موقع ہوا تو بیان کروں گا اس وقت جو ضروری باتیں ہیں میں ان کا مختصر خلاصہ بیان کر دیتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ ایک مربی کے اندر تزکیہ نفس ہونا چاہیے
وہ خود تزکیہ نفس کی کوشش کرے اور پھر آگے جماعت میں بھی تزکیہ نفس کرنے کی کوشش کرے۔

اسے تہجد کی عادت ہونی چاہیے

اور پھر جماعت کو بھی عبادتوں کی طرف توجہ دلائے۔

قرآن کریم کا مطالعہ خود بھی گہرائی سے کرے
اور جماعت کے افراد کو بھی مطالعہ کی طرف توجہ دلائے۔
اگر داعیان الی اللہ تیار کرنے ہیں تو انداز یہ ہونا چاہیے کہ
انسان ذکر الہی کی طرف خود بھی توجہ کرے اور جماعت کے افراد کو بھی توجہ دلائے۔
اس طرف بھی آپ نے توجہ دلائی کہ

ذاتی لاسبریری بھی ایک بڑی ضروری چیز ہے

کیونکہ اس سے پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح

آجکل کتابوں کا رواج تو کم ہے لیکن alislam پر ویب سائٹ پر بہت ساری کتابیں

ہیں اور بہت سارے اجتماعی لٹریچر موجود ہے جنہیں کتابیں خریدنے کی توفیق نہیں یا ان کو اس طرح شوق نہیں پیدا ہوتا وہ کم از کم اس طرف توجہ دیں اور مطالعہ کے لیے ایک وقت مقرر کریں۔

پھر اسی طرح

توکل علی اللہ ہے جو بہت زیادہ ہونا چاہیے۔

انسان کو خوش آمدی نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا ذریعہ سمجھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ہی ہمیں ہر چیز ملتی ہے۔

لوگوں سے تعلقات بہتر کرنے چاہئیں۔

ہماری پی آر بھی کمزور ہوتی ہے اس کی وجہ سے تبلیغی میدان محدود ہو جاتا ہے۔ اس طرف بھی ہمیں توجہ دینی چاہیے۔ بہت کم ہیں جن لوگوں کی تعلقات بڑھانے کی طرف توجہ ہے۔ جب ہم اس میں بڑھیں گے اور اپنی ٹیم کو بھی آگے بڑھائیں گے تو ہمارے تبلیغ کے میدان بھی مزید کھلتے چلے جائیں گے۔

پھر

بدی کی جرأت سے تردید کرنے کا بھی حوصلہ ہونا چاہیے۔

یہ بھی ایک بہت بڑی خوبی ہے جو مرتبی میں ہونی چاہیے اور اسے آگے جماعت میں بھی پیدا کرنی چاہیے۔

مستقل مزاجی کی عادت ہونی چاہیے۔

یہ عمل نہیں ہونا چاہیے کہ چار دن نیکیاں کر لیں، تبلیغ کا جوش دکھادیا یا عبادت کر لی اور اس کے بعد بھول گئے۔ نہیں! بلکہ

جہاں وہ خود مستقل مزاجی سے ان چیزوں پر قائم ہو وہاں جماعت کے اندر بھی یہ روح پیدا کریں۔ جب مر بیان خود عمل کر رہے ہوں گے تو جماعت کے اندر بھی یقیناً یہ روح پیدا ہو رہی ہو گی۔ تب ایسے داعیان الی اللہ تیار ہوں گے جو لوگوں کے جواب بھی

صحیح طریق سے دے سکیں گے اور ان کی حالت سبکی والی نہیں ہو گی۔

(ماخذ از نصائح مبلغین از حضرت مرتضیٰ بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المساجد الثانی صفحہ 1 تا 13 و صفحہ 20)

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ زبان سکھنے والوں کو صرف تبلیغ کا طریق نہیں آ جاتا بلکہ اصل چیز علم ہے۔

پھر غور و فکر کرنے کی عادت ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق ہونا چاہیے۔

یہ بہت ساری باتیں ہیں جو ایک مرتبی میں جہاں ہونی چاہیں وہاں ان کو جماعت کو سکھانے کی طرف بھی کوشش کرنی چاہیے۔

اگر یہ ہو گا تو پھر ایک انقلاب عظیم ہے جو ہم لوگ پیدا کر سکتے ہیں۔ تبھی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنڈے کو دنیا میں لہرانے کے قابل ہو سکتے ہیں اور تبھی ہم مسلمانوں کو بھی آنے والے مسیح موعود اور مہدی معہود کی حقیقت سے آشنا کر سکتے ہیں اور انہیں اس کی بیعت میں آنے کی دعوت دے سکتے ہیں۔

پس

بہت ساری ذمہ داریاں ہیں جو ہمیں ادا کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس کی ضرورت ہے اور اس میں ہمارے مریبیان کو بہت بڑا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے اور داعیان الی اللہ کو بھی توفیق دے کہ وہ صحیح علم حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں اور پھر اسلام اور احمدیت کے پیغام کو دنیا کے ہر کوئی میں پہنچانے والے ہوں۔

(الفضل انٹر نیشنل ۲۰۲۶ جنوری، صفحہ ۱ تا ۸)